۶۰ سال پہلے

کوئلوں پر مُہر

آپ نے لکھا ہے کہ میں جماعت میں شامل ہونے ہی والا تھا کہ یہ دو چیزیں [علم حدیث اور ڈاڑھی سے متعلق] میرے سامنے آ گئیں اور انھیں دیکھ کر میں رُک گیا۔ اس رُک جانے کو آپ شاید کوئی تقویٰ کا فعل سمجھتے ہوں گے‘ لیکن آپ ذرا غور کریں تو آپ کو خود معلوم ہو جائے گا کہ فی الواقع آپ نے تقویٰ کا مفہوم غلط سمجھا ہے اور اسی وجہ سے ایک غیر متقیانہ فعل کو متقیانہ فعل سمجھ کر آپ کر گزر رے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہ جماعت اُس دین کی اقامت کے لیے بنی ہے جو ہر مومن کے لیے عین ایمان کا مقتضا ہے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ ”اس دور میں ایمان کو سلامتی کے ساتھ لے چلنے کے لیے صرف جماعت اسلامی ہی کی راہ اختیار کی جاسکتی ہے“، اور یہ کہ ”اس نظریے کو قبول کرنا اور اسے پھیلانا ہر مسلمان کا فرض ہے“۔ اب سوال یہ ہے کہ اس تقاضاے ایمان اور اس فرض کی طرف بڑھتے بڑھتے آپ کا صرف اس لیے رُک جانا کہ ایک علمی مسئلے کی تعبیر اور ایک جزوی فقہی مسئلے کی تحقیق میں آپ جماعت کے خادم کی رائے کو غلط پاتے ہیں‘ آخر کس قسم کا تقویٰ ہے؟

فقہی وعلمی اختلاف تو خیر بہت چھوٹی چیز ہے کہ اس کے لیے فریقین کے پاس شریعت سے دلائل موجود ہوتے ہیں‘ میں ثابت شدہ سنتوں کے متعلق آپ سے پوچھتا ہوں کہ ان کی خلاف ورزی دیکھ کر بھی اگر آپ فرض سے اجتناب کر جائیں تو کیا یہ پرہیزگاری ہے؟ مثلاً آپ دیکھیں کہ امام نے مسجد میں داخل ہوتے وقت بایاں قدم پہلے رکھا اور یہ دیکھتے ہی آپ جماعت چھوڑ کر مسجد سے پلٹ آئیں‘ یا آپ دیکھیں کہ اسلامی فوج کے جنرل نے اُلٹے ہاتھ سے پانی پیا یا چھینک آنے پر الحمدللہ نہ کہا‘ اور اس خلاف سنت حرکت سے متنفر ہو کر آپ میدانِ جہاد سے پلٹ آئیں‘ تو کیا واقعی اس کو آپ پرہیزگاری سمجھیں گے؟ آپ کو موازنہ کر کے دیکھنا چاہیے کہ اس نے کیا چھوڑا تھا اور آپ نے کیا چھوڑ دیا۔ وہ بڑا غلط کار تھا کہ اس نے ایک پیسہ ضائع کیا‘ مگر آپ نے تو اس کے جواب میں خزانہ برباد کر دیا‘ پھر بتایئے کہ زیادہ بڑا غلط کار کون ہوا؟ تاہم یہ آپ کا قصور نہیں ہے بلکہ آج کل دین داری کا عام ڈھنگ یہی ہے کہ اشرفیاں لٹیں اور کوئلوں پر مُہر۔ (رسائل و مسائل، سید ابوالاعلیٰ مودودی، ترجمان القرآن‘ جلد ۲۸‘ عدد ۳‘ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ‘ فروری ۱۹۴۶ء‘ ص ۶۲-۶۳)